الاستاذ أحمد محمد محمود
ترجمہ: مولانا ندیم شہباز
(استاذ جامعہ سلفیہ)

سونا اگلتی سرزمین کے فرمانروا منسا موسیٰ کا سفرِ حج

سرزمین ''مالی'' کا سب سے پہلے مسلمان ہونے والا بادشاہ برمندان تھا۔ جس نے فریضہ حج ادا کیا اور سفرحجاز کیلئے وہ راستہ اختیار کیا جس راستہ سے اہالیان جزیرہ عرب نے افریقی علاقوں سے اپنے تجارتی تعلقات بڑھائے تھے۔ حتیٰ کہ افریقہ سے جزیرہ عرب تک یہ راستہ'' جو غرب افریقہ سے شروع ہوکر بحراحمر کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہے'' تجارتی آماجگاہ بن گیا تھا۔

سرزمین ''مالی'' کے پہلے پہل مسلمان ہونے والے اس فرمانروا کی اقتداء کرتے ہوئے بعد میں آنے والا ہر وہ بادشاہ جو مملکت غانا کا فرمانروا ہو یا سرزمین مالی کا حاکم اس پر فرض سمجھا جاتا تھا کہ وہ فریضہ حج سرانجام دے۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ تاآنکہ ۱۳۰۷ء کو ''منسا کانکان موسیٰ'' نامی آدمی جو اپنے جدِ اکبر کے حقیقی اور نسبی خاندان سے تھا مالی کا فرمانروا بنا۔

لفظ منسا اپنی علاقائی زبان کے مطابق سلطان کے معنی کا حامل ہے۔ موسیٰ کو ''موسیٰ الاسود'' یعنی سیاہ فام موسیٰ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا بریطانیہ کی تحقیق کے مطابق منسا موسیٰ ایک مالدار فرمانروا ہونے کے ساتھ ساتھ حسن تدبیر اور اپنے اس شہرہ آفاق سفرحج کی وجہ سے مشہور ہوا۔ جس سفر نے پورے عالم کو مالی میں پائی جانے والی دولت' وسائل اور خصوصاً ان سونے کے ذخائر کے بارہ میں مطلع کیا جو اس علاقے کو دیگر علاقوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ اس سفرحج نے عالم دنیا کی نظریں وہاں پائے جانے والے سونے کے ذخائر کی طرف مبذول کروائیں۔

منسا موسیٰ اس اعتبار سے بھی ایک عظیم فرمانروا سمجھا جاتا تھا کہ اس کے دورِ حکومت میں اس کی مملکت کی حدود ایک طرف بحر ہند اور دوسری طرف غربی تشاد تک پھیل گئیں تھیں۔ علاوہ ازیں اس نے تعلیمی نظام کی ایسی بنیاد رکھی کہ سنقرہ ایک ایسی علمی یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کرگیا جس کی طرف تشنگان علم کھیچے چلے آتے تھے اور اس نے افریقہ میں آبادکاری کا بھی ایک جدید نظام متعارف کروایا۔

منسا موسیٰ کے بطور مالدار فرمانروا ہونے کی شہرت کا اندازہ ان باتوں سے لگایا جاسکتا ہے جو اس وقت زبان زدِ عام تھی۔ لوگوں نے اس سرزمین کو سونے کی ڈلیوں کی سرزمین کا لقب دیا اور اہل جغرافیہ تو اس حد تک غلو کرتے اور کہتے کہ ''مالی'' میں سونا ریت میں اُگتا تھا۔ جس طرح کہ کسی خودرو جھاڑیوں کی جڑیں اُگتی ہیں اور جیسے ہی دوپہر ہوتی تو اس سونے کی فصل کو کاٹ لیا جاتا۔

سونے کے ذخائر میں سب سے مشہور بیوری کے علاقہ میں پائی جانے والی کانیں تھیں۔ اس علاقے میں پائے جانے والے سونے کو حاصل کرنے کے لیے مصر کے مسلمان تاجر انتہائی شوقین ہوئے۔ ان میں سے جو تیس اونٹوں کے ساتھ جنوب مغرب کے علاقہ سجلماسہ سے اس سرزمین کی طرف سفر کرتا تو واپسی پر اس کے پاس تین یا دو اونٹ باقی رہ جاتے۔ ایک سواری اور دوسرا پانی

کے لیے ہوتا جبکہ تیسرے اونٹ پر ان باقی ماندہ اونٹوں کی سونے کی شکل میں قیمت ایک بوری میں بند کر کے رکھی جاتی۔

منسا موسیٰ جب اس سرزمین کا فرمانروا بنا تو اس کی خیرخواہی اور عدل و انصاف کے چرچے ہوئے۔ وہ روزانہ ایک غلام آزاد کرتا۔ اس نے ۷۲۴ھ بمطابق 1324ء فریضہ حج ادا کیا۔ سفرِ حج کے دوران جس مقام پر بھی نمازِ جمعہ کا وقت آیا' اس مقام پر اس فرمانروا نے اللہ کا گھر تعمیر کیا اور یہ سلسلہ مکہ پہنچنے تک جاری رہا۔ اندلس کا ایک مشہور شاعر ابواسحاق ابراہیم الساحلی المعروف ابن طونجق کی اس حاکم سے حج کے دوران ملاقات ہوئی اور وہ واپسی تک اس کی مصاحبت میں رہا۔

ابن فضل اللہ العمری موسیٰ کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ اس نے اپنی ساری دولت مساجد' یونیورسٹیاں اور اذان دینے والے میناروں پر صرف کی اور اپنی سرزمین میں جمعہ جماعت اور اذانوں کا اہتمام کیا اور امام مالک کے مسلک سے تعلق رکھنے والے فقہاء کو اپنی سرزمین پر مدعو کیا' وہ خود بھی ایک عالم دین بنا۔ وہ ایک عظیم سیاہ فام حاکم کہلایا' جس کی عملداری میں بہت سے علاقے تھے۔ اس کی جنگی قوت سب سے زیادہ تھی' وہ ایک مالدار اور دشمن پر قہر بن کر ٹوٹنے والا مسلمان فرمانروا تھا۔

منسا موسیٰ کی شہرت کا سبب اس کا وہ سفرِ حج تھا' جس کے دوران اس نے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ وہ عطیات' صدقات کی بارش کرتا ہوا مصر پہنچا اور پھر وہاں سے دیارِ مقدسہ ارضِ حجاز میں پہنچا۔ دنیا نے اسے ایک عظیم بادشاہ کے طور پر تسلیم کیا اور بہت سے تاریخ نگاروں نے اسے ان الفاظ سے یاد کیا کہ ''وہ ایک بادشاہ کی عظیم الشان عباء پہننے والا اور اپنے سر پر خالص سونے اور قیمتی پتھروں سے مرصع تاج سجانے والا حکمران تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ہمیشہ گیند نما سونے کا ٹکڑا رہتا تھا۔

قطب مصطفیٰ سانو کے بیان کے مطابق منسا موسیٰ نے 1324ء میں فریضہ حج انجام دیا۔ جب یہ قافلہ اپنے وطن سے روانہ ہوا تھا' اس میں 8000 مرد تھے۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی تھی۔ جس کے گرد تقریباً 500 عورتوں کا جھرمٹ تھا۔ یہ قافلہ ''مالی'' کے دارالحکومت نینی سے روانہ ہوا۔ فریضہ حج کے لیے روانہ ہونے والا یہ قافلہ نہر نیجر کے پہلو میں سفر کرتا ہوا آگے بڑھا اور دلاتہ نامی جگہ جو آج کل موریتانیہ میں ہے' سے ہوتا ہوا توت پہنچا جو آج کل جزائر کا ایک حصہ ہے۔ یہ قافلہ ابھی قاہرہ نہیں پہنچ پایا تھا کہ اس کی تعداد ساٹھ ہزار اور ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ اس قافلہ میں بارہ ہزار کے قریب خادم تھے' جن کی ڈیوٹی ان تمام کھانے پینے کی اشیاء' کپڑے اور خصوصاً اس سونے کی حفاظت تھی' جس کا وزن بارہ ٹن بتایا جاتا ہے۔ تمام اہل قافلہ مخصوص ایرانی ریشمی لباس زیب تن کرتے۔ بادشاہ ایک عمدہ گھوڑے پر سوار ہوتا' جس کی پانچ سو افراد حفاظت پر مامور ہوتے اور ہر محافظ کے پاس سونے کے بڑے بڑے ٹکڑے ہوتے۔ بادشاہ منسا موسیٰ کے قافلے کے پیچھے دو سو اونٹوں کا قافلہ رواں دواں ہوتا۔ ہر اونٹ پر تقریباً ایک سو بیالیس کلوگرام سونا لدا ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں بارہ ہزار کنیزیں جو عمدہ ریشمی لباس پہنے ہوئے' قافلے کے ساتھ تھیں۔

منسا موسیٰ جس راستے سے گزرتا عطیات اور سونے کی بارش کرتا ہوا آگے بڑھتا۔ تاآنکہ قاہرہ سے ہوتا ہوا حجازِ مقدس پہنچا۔ فریضہ حج انجام دیا' مسجد رسول کی زیارت بھی کی۔ حجاز مقدس کے لوگ بھی اس طرح منسا موسیٰ کے عطیات و سخاوت سے مستفید ہوئے' جس طرح دوسرے لوگ مستفید ہوئے۔ بلکہ اس نے حجاج کرام کے لیے تو خصوصی طور پر اپنے خزانے کے منہ کھول دیئے۔ حتیٰ کہ اس نے حجازِ مقدس میں محتاجین کے لیے رہائش گاہیں تعمیر کروائیں اور افریقہ سے آنے والوں کے لیے قیام کا خصوصی بندوبست کروایا۔

اس قافلے کا شور وغل اور بازگشت کئی سالوں تک سنی جاتی رہی۔ مصر کے والی ابن امیر کا بیان ہے کہ موسیٰ کا مصر میں قیام اور حجازِ مقدس کی طرف عازم سفر ہونا اور واپس ہونا ایک ہی طرز پر تھا۔ منسا موسیٰ کی آمد اور واپسی میں انتہا درجے کی للّٰہیت

دیکھنے میں آئی۔ گویا کہ وہ ہر وقت اپنے مالک کے سامنے حاضر ہو اور نہ صرف وہ بلکہ اس کا ہر مصاحب عبودیت سے سرشار ہوتا عاجزی اور للّٰہیت کے ساتھ ساتھ اس کے ظاہری وقار اور عمدہ لباس زیب تنی میں بھی کوئی فرق نہ آیا۔

منسا موسیٰ بہت زیادہ سخاوت کرنے والا' لوگوں سے حسن سلوک کرنے والا اور نیک خصلتوں کا حامل تھا۔ جب وہ اپنے وطن سے روانہ ہوا تھا تو اس کے پاس ایک سو وسق سونا تھا جو اس نے اپنے اس سفر کے دوران واقع قبائل اہل مصر اور حجاز پر خرچ کر دیا۔ اس کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ اس کے پاس سونے کا ایک ٹکڑا بھی نہ بچا۔ حتیٰ کہ اسے اہل مصر سے قرض حاصل کرنا پڑا۔ اس نے مصری تجار سے اس شرط پر قرضہ لیا کہ ان کو تین سو دینار کے عوض سات سو دینار واپس کیے جائیں گے اور بالفعل ایسا ہی ہوا۔ اس نے تجارِ مصر کو یہ رقم بھجوا دی اور ساتھ ہی ابن امیر حاجب کو پانچ سو مثقال سونا بطور ہدیہ بھی ارسال کیا۔

منسا موسیٰ کی اس قدر فیاضیوں کو دیکھ کر طبعی امر تھا کہ اہل مصر اس کے ذکر سے شیفتہ ہونے لگے اور ابو العباس احمد بن ابی الحاکی المھمند ار سے جب اس بارہ میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس عظیم اسلامی فرمانروا کی ثروت و سخاوت کا مفصل تذکرہ کیا۔

ان دنوں مصر کے سلطان الناصر قلاوون تھے۔ جب اس نے منسا موسیٰ کے بارہ میں سنا تو اپنے ہیڈ آف پروٹوکول کے ذریعے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا' جسے اس نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ میں صرف فریضہ حج ادا کرنے کی غرض سے آیا ہوں اور نہیں چاہتا اس میں کوئی اور غرض شامل ہو۔ لیکن پروٹوکول آفیسر کے اصرار کی وجہ سے منسا موسیٰ نے سلطان کی دعوت قبول کی اور مصر کے قصر سلطانی میں جلوہ افروز ہوا۔

مصر میں منسا موسیٰ کی سخاوت ہر امیر اور فقیر کے لیے یکساں رہی۔ مھمند ار کا بیان ہے کہ موسیٰ نے مصر میں اپنے فیض کا دریا بہا دیا۔ حتیٰ کہ اس کا فیض سلطان کے امراء اور گورنمنٹ وقت سے وظائف حاصل کرنے والوں تک بھی پہنچا۔ اس نے ہر ایک کو سونے کی ایک مخصوص تعداد عطا کی۔ اہل مصر نے بھی اپنے اس مہربان پر اور اس کے مصاحبین پر ان گنت احسانات کیے۔ اسے خرید و فروخت اور دیگر امور میں سہولتیں فراہم کیں۔

موسیٰ منسا اور اس کے حاشیہ نشینوں نے مصر میں اس قدر سونا نچھاور کیا کہ مصر میں سونا بے قدر ہو گیا اور اس کا بھاؤ حد درجے گر گیا۔ بطور مثال ذکر کیا جاتا ہے کہ منسا موسیٰ کی اس چلتی پھرتی سلطنت کے دربان مصری تجار سے کوئی قمیص کپڑا یا اوزار خریدتے جس کی قیمت ایک دینار بھی نہ ہوتی لیکن وہ اس سے یہ کپڑا پانچ دینار میں خرید لیتے۔ اس متحرک سلطنت کے اہالیان نہ صرف ہاتھوں کے فیاض تھے' بلکہ وہ دل کے بھی نہایت اچھے تھے۔ وہ ہر سچی اور کھری بات کو قبول کر لیتے۔

منسا موسیٰ کی خیرات اور اس کی سونے کی تقسیم کی وجہ سے سونے کا بھاؤ گر گیا۔ اس کا اندازہ یوں لگایا گیا کہ وہ سونا جس کے ایک مثقال کی قیمت پچیس درہم سے کبھی کم نہ ہوئی تھی اور جب منسا موسیٰ فریضہ حج کے بعد وطن واپس لوٹا تو ایک مثقال سونے کی قیمت بائیس درہم تک پہنچ چکی تھی اور سونا اس قدر وافر ہو چکا تھا کہ بارہ سال تک سونا اسی طرح سستے داموں فروخت ہوتا رہا۔

ذکر کیا جاتا ہے کہ منسا موسیٰ کے اس سفر میں دو ایسے فرد بھی شامل تھے جن کا تعلق مالی کے پڑوسی ملک سونقائی سے تھا جو عملاً مالی ہی کی عملداری میں تھا۔ یہ دونوں افراد امیر علی کولون اور امیر سلیمان ناز تھے۔ ان دونوں نے بظاہر سلطان منسا موسیٰ کی اطاعت کا دم بھرا تھا لیکن وہ خفیہ طور پر سلطان موسیٰ کے عطایا سے حاصل ہونے والی رقم سے اسلحہ اور دیگر سامان ''جاوا'' نامی جگہ میں ذخیرہ کرتے رہے' جس بنا پر انہوں نے موقع پاتے ہی بغاوت اختیار کی اور مملکت غانا مالی سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔

فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد منسا موسیٰ نے شریف مکہ امیر عطیفہ سے مطالبہ کیا کہ مکہ کے علماء سے چند شرفاء اس کے ساتھ کر دیئے جائیں تاکہ ان کے علم سے استفادہ کیا جا سکے۔ پہلے پہل تو شریف مکہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں ان علماء کو ایسی

سرزمین میں کیسے بھیج سکتا ہوں جہاں قبوریوں کی کثرت ہو۔ مجھے ان کی جان جانے کا اندیشہ ہے۔ لیکن جب منسا موسیٰ نے ان کی حفاظت کا یقین دلا دیا تو شریف مکہ اس کا مطالبہ پورا کرنے پر رضامند ہو گئے اور منسا موسیٰ سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ وہ انہیں اپنی سخاوت و فیاضی سے نوازتا رہے گا اور پھر بالفعل منسا موسیٰ نے اپنا یہ وعدہ بھی پورا کر دکھایا اور ہر داعی و عالم کو ایک ہزار مثقال سونا عطا کیا۔ نیز ان کی عزت و تکریم میں بھی کوئی کمی نہ آنے دی اور نہ ہی ان کے لیے امن و امان کا مسئلہ پیدا ہونے دیا۔ اس کے ساتھ جانے والے ان اشراف مکہ کی تعداد چار تھی۔

جس طرح اہل مصر و اہل مکہ منسا موسیٰ کے کردار کو سراہتے ہیں' اسی طرح منسا موسیٰ اور اس کے مصاحب بھی اہل مکہ کی نوازشوں اور عزت افزائیوں سے انتہائی متاثر ہوئے۔ اہل مکہ نرم مزاج' سفید خوش پوشاکی' درازی قد' سرمگیں سیاہ آنکھوں اور اپنے خوشبودار جسموں کی وجہ سے ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ جس سلطان موسیٰ اور اس کے دربان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اہل مکہ کا ان کے ساتھ تعامل نہایت مثالی تھا۔ ان کی خاص بات جس کی طرف اہل مالی کی نظریں تھیں وہ ان کی مہمان نوازی تھی۔ اہل مکہ فقیر و محتاج کو راستوں میں جا کر ان کی خدمت میں کھانے پینے کا سامان فراہم کرتے۔ اسی طرح انہوں نے اہل مکہ کو حد درجہ امانت دار پایا۔ حتیٰ کہ اہل مکہ کے بچوں کے دل میں بھی کبھی خیانت یا چوری کا خیال تک نہ آتا تھا۔

اسی طرح منسا موسیٰ کا سفرِ حج مکمل ہوا اور اس کے وسیع تر ثمرات سامنے آئے۔ جن میں اس فرمانروا کے اپنے وطن کے لیے خیر و برکت سرفہرست تھی۔ کیونکہ یہ سرزمین سونے جیسی ثروت سے مالا مال تو تھی ہی' اب علم و حکمت سے بھی آشنا ہو گئی اور یہ ان علماء کی وجہ سے ممکن ہوا کہ جو واپسی پر منسا موسیٰ کے ساتھ اس سرزمین پر جلوہ گر ہوئے۔

منسا موسیٰ کا یہ تاریخی سفر حج آٹھ ماہ تک جاری رہا۔ منسا موسیٰ نے واپسی پر ''تمبکتو'' میں دینی علوم کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا' اس سلسلہ میں اس نے وسیع پیمانے پر علماء و مفکرین کو دعوت فکر دی اور وہاں ایک جامع مسجد تعمیر کی۔ اسی طرح یونیورسٹیاں' مدارس اور معاهد قائم کیے۔ علاوہ ازیں منسا موسیٰ نے اپنے عطیات کے ذریعے مختلف حکومتوں سے روابط بڑھائے اور سفارتی نظام کو مضبوط کیا۔

ابن فضل اللہ العمری لکھتے ہیں سلطان منسا موسیٰ نے اپنے سفر حج سے واپسی کے بعد یہ عہد کر لیا تھا کہ زمامِ حکومت اپنے بیٹے کو سونپ کر خود بیت اللہ کے پڑوس میں جاگزیں ہوگا اور بقیہ زندگی وہیں گزارے گا۔ لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور وہ اپنی سوچ کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔

اس طرح اس سلطانی قافلہ کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ جیسا کہ امام طبری نے ذکر کیا ہے سلطان کے حواری اور اہل ترک کے درمیان موسم حج میں کشیدگی پیدا ہوئی تھی اور ایک فتنے کا دروازہ کھل گیا۔ حرم کے اندر تلواریں بے نیام ہوئیں۔ اس وقت منسا موسیٰ رباط خوزی میں واقع مسجد کے بالا خانے کی کھڑکی سے دیکھ رہا تھا' اس نے اپنے حواریوں کو لڑنے سے روک دیا اور وہ فوراً رک گئے۔

قطب مصطفیٰ سانو کی تحقیق کے مطابق اس قافلے نے اہل حجاز کے دلوں میں بہت عمدہ آثار چھوڑے۔ اسی طرح جہاں جہاں سے یہ قافلہ گزرا' مثلاً مصر' مغرب اقصیٰ اور مغرب ادنیٰ وغیرہ۔ عمدہ یادگاریں چھوڑتا گیا۔ اب بعد میں آنے والی نسلوں پر لازم ہے کہ ہر دور کے بادشاہ امراء اس طرح دیارِ مقدسہ کا سفر اختیار کریں۔

اکثر مؤرخین اس حج کو ''حج الذہب'' سونے کا حج قرار دیتے ہیں اور اس حج میں منسا موسیٰ کی طرف سے کی جانے والی سونے کی برسات کو سامنے رکھتے ہیں۔ بعض مورخین منسا موسیٰ کو ''ملک الذہب'' سونے کا بادشاہ کا لقب بھی عطا کرتے ہیں۔